مصادر سیرت کا جدید تحقیقی اسلوب میں مطالعہ: مشکلات السیرۃ کے حوالے ایک جائزہ

The study of Problems of Seerah in modern perspective

ممتاز خان[i] ڈاکٹر نجم الحسن[ii]

Abstract

The Holy Prophet (s.a.w) was sent as a prophet of mercy for all worlds. His words and deeds whether they are related to worships or other aspects of human life, is a complete code of life. The believers in Holy Quran have been ordained to follow the prestigious model role of the Holy Prophet (s.a.w). The Seerah of the Holy Prophet (s.a.w) is the second trustworthy source of Islamic teachings. It covers all the sides of human life because the Holy Prophet (s.a.w) presented specific guide line in every scenario. The Seerah has been a vast field of study and besides the Muslims, the non-Muslims scholars also show their interest by working on the different sides of the Prophet's life. The experts of this field have divided the study into many types. Among them one is the Problems of Seerah. The problems mean the events that took place in the time of the Holy Prophet (s.a.w) of which the experts have different opinions. Now it is necessary to point out these problems and present their solutions. In this research article, the meaning of Seerah problems as well as some examples from the sources of Seerah have been discussed in modern perspective.

Key Words: Holy Quran, Holy Prophet, Problems, Seerah, Modern Perspective

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی رحمۃ للعالمین ہیں۔آپ کے تمام اقوال،افعال اور احوال چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے یا سیاست۔ہر حال میں مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی اقتدا ضروری ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لیے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کامل نمونہ ہے۔دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔

قرآن مجید کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ دین کا اہم شعبہ ہے۔آپ علیہ السلام نے اپنے اقوال اور افعال سے دین پر عمل کرنے کا نمونہ دکھایا۔ جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امت تک پہنچایا۔رسول اللہ ﷺ کی سیرت

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

مبارکہ ایک جامع، مکمل اور کثیر الجہت موضوع ہے جس کی ہر پہلو پر کام کی جاسکتی ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی اس میدان میں اپنی مہارت کے جوہر دکھائے۔ رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی سے لے کر معاشرتی، سیاسی بلکہ یہاں تک کہ بین الاقوامی سطح پر تحقیق کی گئی ہے۔ لیکن سیرت کے فن میں بہت سارے پہلو اب بھی تشنۂ تحقیق ہیں۔ من جملہ ان موضوعات کے ایک مشکلات سیرت بھی ہے۔

مشکلات سیرت سے مراد وہ مسائل اور مشکل امور ہیں جو سیرت خواں حضرات کو مطالعہ کے وقت پیش آتے ہیں۔ وقائع سیرت میں اختلاف کی وجہ سے ان کے متعلق ذہنوں میں خاصا ابہام پایاجاتا ہے۔ عام طور پر مشکلات سے اعتراضات مراد لی جاتی ہے جو کہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ مشکلات سے مراد اشکالات ہیں نہ کہ شبہات۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اسی مضمون میں مشکلات السیرۃ سے متعلق تفصیلی بحث ہوگی۔

مشکلاۃ السیرۃ کی لغوی تحقیق

مشکلات السیرۃ مرکب اضافی ہے جس کا لفظی معنی ہے سیرت کی مشکلات۔ چونکہ مشکلات السیرۃ دو الفاظ کا مجموعہ ہے اس لیے دونوں کا تعریف اضافی کرنا ضروری ہے۔

مُشْكِل، اَشْكَلَ يَشْكِلَ إِشْكَالاً سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ قَدْأَشْكَلَ عَلَيَّ الْأَمْر کا معنی ہے:

"میرا کام میرے لیے مشکل ہو گیا۔" إِخْتَلَطَ بِغَيْرِه ، وَالْأَشْكَلُ عِنْدَالْعَرب اللَّوْنَانِ الْمُخْتَلَطَتَانِ[1]. "وہ دوسرے امر سے گڈمڈ ہو گیا اور عربوں کے ہاں کا معنی دو رنگ ہیں جو آپس میں گڈمڈ ہو گئے ہوں۔"

حَرْفٌ مُشْكِلٌ کا معنی ہے مُشْتَبِةٌ مُلْتَبِسٌ[2].

"مشتبہ اور ملتبس یعنی اشتباہ اور دھوکہ میں ڈالنے والا۔"

"ش-ک-ل" کا بنیادی مفہوم "مماثلت" ہے۔ هٰذَا شَكْلُ هٰذَا کا معنی ہے: یہ اس کے مثل یعنی اس کی طرح اور اس جیسا ہے۔ أَمْرٌ مُشْكِلٌ کا معنی ہے: أَمْرٌ مُشْتَبِةٌ[3]. "اشتباہ میں ڈالنے والا کام۔"

1. علوم القرآن میں "مشکل" کا استعمال اور مثالیں

فہم قرآن میں مشکل پیش آنا کوئی اَن ہونی بات نہیں۔ اچھے اچھے اہل زبان اور دین داروں کو اس سلسلے میں کئی مشکلات پیش آئیں جن کی مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

اَ. صحابہ کرام کو آیت کریمہ:

مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ [4]

"جو شخص کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ اسے ضرور دیا جائے گا۔"

یہاں یہ اشکال پیدا ہوا کہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی قصور تو ہوتا ہی ہے لہٰذا اس آیت کے مطابق ہر شخص کے لیے عذاب میں گرفتار ہونا ضروری ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قَارِبُوْا، وَسَدِّدُوْا، فَفِيْ كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ، حَتّٰى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا، أَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا[5]

"میانہ روی سے کام لو، اللہ تعالیٰ کا قرب اختیار کرو۔ یہاں بدلہ سے جہنم کا عذاب سمجھنا صحیح نہیں بلکہ ہر وہ تکلیف جو انسان کو دنیا میں پہنچتی ہے وہ بھی اس فرو گزاشت کا بدلہ بن جاتی ہے۔"

ب. سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے نجران بھیجا، وہاں کے لوگوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تم (يَـٰٓأُخْتَ هَـٰرُونَ [6]) پڑھتے ہو، حالانکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان مدت بہت زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ سیدنا ہارون علیہ السلام تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں کہ کہ سیدۃ مریم کے بھائی۔ تو جب میں واپس آیا تو دربارِ رسالت میں حاضری دی اور نصرانیوں کے اعتراض کی بابت پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ بِأَنْبِيَائِهِمْ وَالصَّالِحِيْنَ قَبْلَهُمْ[7]

"کہ انہیں بتانا کہ بنی اسرائیل اپنی اولاد کے نام اپنے انبیاء و صالحین کے ناموں پر رکھتے تھے۔"

مطلب یہ ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدۃ مریم بنت عمران کا نام اور کنیت سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام کی خواہرِ کبریٰ سیدۃ مریم بنت عمران (اخت سیدنا ہارون علیہ السلام) کے نام و کنیت پر رکھا گیا[8]۔

2. علوم الحدیث میں "مشکل" کا استعمال اور مثالیں

مشکل الحدیث علم حدیث کی ایک اصطلاح ہے جس کو "شرح الآثار" اور "مختلف الحدیث" بھی کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں متعارض احادیث کی تطبیق اور مشکل المراد احادیث کے محمل کی تعیین کی گئی ہو۔ ان میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہوتی، بلکہ مؤلف کیف ما اتفق احادیث کو ذکر کر کے ان کی تشریح کرتا ہے۔ اس نوع میں سب سے پہلے مصنف امام شافعیؒ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "الام" کے بعض حصوں میں یہی کام کیا ہے۔ اسی طرح "مشکل الآثار" اور "مشکل الحدیث" اس فن میں قابل ذکر کتب ہیں۔ مشکل الحدیث کی مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

أ. رسول اللہ ﷺ جبل اُحد کے بارے میں فرماتے:

أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ[9]

"احد ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُس سے محبت کرتے ہیں۔"

تو یہاں اس حدیث میں پہاڑ کا محبت کرنا ایک مشکل لفظ ہے، جس کا ظاہری معنٰی لینا بعید از عقل ہے۔ اسی وجہ سے بعض نے اس کی تاؤیل ان الفاظ سے کی ہے کہ اس کے اہل یعنی انصار ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم اس کے اہل یعنی انصار سے محبت کرتے ہیں[10]۔

ب. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ سره أنْ يَبْسُطَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ، أَوْ ينسأ فِيْ أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَه[11]

"جو یہ پسند کرتا ہو کہ اس پر رزق کی فراوانی ہو یا عمر میں زیادتی کی جائے تو اسے چاہئیے کہ صلہ رحمی کریں۔"

تو اسی طرح کے روایات اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے مخالف ہیں جس میں عمر میں تقدیم وتاخیر کا نہ ہونا ذکر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ [12]

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا [13]

تو بظاہر یہ ایک مشکل ہوا جس کی وضاحت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہاں کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات قرآن کے مخالف ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے ارشادات قرآن کے موافق ہیں۔ جیسا کہ ام احبیبہ رضی اللہ عنہا دعا فرماتی:

اللَّهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِأَبِيْ اَبِيْ سُفْيَان وَبِأَخِي مُعَاوِيَة[14]

"اے اللہ مجھے میرے باپ ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے نفع (خوشی) دے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ آپ نے مقرر کردہ اوقات اور تقسیم شدہ ارزاق کے بارے میں سوال کیا حالانکہ ان میں کوئی چیز اپنے مقرر کردہ وقت سے سے متاخر نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَبْعَثُ مَلِكُ الْأَرْحَام فَيَكْتُبُ أَجَلُ الْمَوْلُودِ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ وَرِزْقِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ[15]

"اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو ارحام میں واقع ماں کے پیٹ میں بچے کے عمر، رزق، نیک بختی (ایمان) اور شقاوت (کفر) کو لکھتا ہے۔"

اسی دیگر روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اجل مسمیٰ میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ اہل علم نے اس قسم کے روایات میں تاویلات کیے ہیں کہ صلہ رحمی سے عمر میں زیادتی سے مراد "وسعت" اور "رزق میں زیادتی" ہے[16]۔

3. اصولین کے ہاں "مشکل" کے معنی اور استعمال

" اصولین کے نزدیک " مشکل " وہ ہے جس سے معنی ومراد طلب کے بعد صرف سوچ وتامل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ لفظ " مشکل "اشکل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مشکل اوراس کے امثال میں داخل ہونا۔ جیساکہ کہاجاتا ہے "**أحرم**" یعنی حرم میں داخل ہونااور "**الشتَاء**" جاڑی (سردی) میں داخل ہوا[17]۔

أ. اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ [18]

"اپنے کھیتوں کوآجایاکرو جس طریقے سے تم چاہو۔"

یہاں پر "أنى "کا معنی سننے والے پر مشتبہ ہو جاتاہے کہ "أنى " بمعنی "كَيفَ" ہے یا بمعنی "أَيْن " ہے توسوچ وتامل کے بعد معلوم ہواکہ "أنى " بمعنی "كَيفَ " ہے جس پر قرینہ لفظ "حَرَثُ" ہے جوکہ عارضی پیش آنے والی تکلیف (گندگی) جوکہ حیض ہے کی حالت میں بیوی سے قربت (جماع) کے حرمت پر دلالت کرتی ہے توتکلیف (گندگی) لازمی کی صورت میں بطریقۂ اولی حرمت پر دلالت کرے گی۔

ب. اللہ تعالیٰ کایہ فرمان:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ [19]

"لیلۃالقدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔"

تولیلۃالقدر بارہ مہینوں میں سے ہر مہینے میں پائی جاتی ہے تو یہ بات کسی چیز کااپنے آپ پر 83 مرتبہ (درجہ) فضیلت ظاہر ہونے کی طرف لے جاتی ہے جوکہ ایک مشکل ہے جو سوچ وبچار کے بعد معلوم ہواکہ "**أَلْفِ شَهْرٍ** "سے مراد وہ مہینہ نہیں ہے جس میں لیلۃالقدر موجود ہے نہ یہ کہ ہزاروں مہینے بزرگی اور بہتری میں ایک جیسی ہیں۔اسی وجہ سے ایسانہیں فرمایا کہ "83 سال اور 4 مہینوں سے بہتر ہے۔" کیونکہ لیلۃالقدر توضرور ہر سال میں پایاجائے گا۔"

مشکل کااصطلاحی مفہوم

کشاف اصطلاحات الفنون میں مشکل کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

اسم فاعل من الإشكال و هو الداخل في أشكاله و أمثاله. و عند الأصوليين اسم للفظ يشتبه المراد منه بدخوله في إشكاله على وجه لا يعرف المراد منه إلّا بدليل يتميّز به من بين سائر الأشكال، كذا قال شمس الأئمة. و يقرب منه ما قيل المشكل ما لا ينال المراد منه إلّا بالتأمّل بعد الطلب لدخوله في أشكاله[20].

" لفظ " مشکل " مصدر اشکال باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے "اشکال اوراس کے امثال میں داخل ہونے والا۔" جبکہ اصولین کے نزدیک " مشکل " اس لفظ کا نام ہے جس کا معنی ومراد اس کے اشکال میں داخل ہونے کی سبب مشتبہ ہو۔جس کی وجہ سے اس کی معنی مراد معلوم نہیں ہوتامگرایسی دلیل سے معلوم ہوگاجواس کو تمام اشکالات میں سے علیحدہ اورجدا کرے۔اسی طرح شمس الائمہ ؒ نے کہا ہے کہ اسی معنی کے قریب جو معنی

بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ "مشکل" وہ لفظ ہے جو اشکال میں پڑ جانے کی وجہ سے اس کا معنی مراد حاصل نہیں ہوتا، مگر طلب کے بعد سوچ وبچار سے۔"

و معنى التأمّل و الطلب أن ينظر أولاً في مفهوم اللفظ ثم يتأمّل في استخراج المراد كما إذا نظرنا في كلمة أنّى الواقعة في قوله تعالى فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ فوجدناها مشتركة بين معنيين، بمعنى أين و بمعنى كيف، فهذا هو الطلب. ثم تأمّلنا فوجدناها بمعنى كيف في هذا المقام لقرينة الحرث، فخرج الخفي و المجمل و المتشابه إذ في الخفي يحصل المراد بمجرّد الطلب، و في المجمل يحصل بالطلب و التأمّل و الاستفسار، و في المتشابه لا يحصل المراد أصلا[21].

"سوچ وبچار اور طلب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لفظ کے مفہوم کو دیکھا جائے، پھر اس کا معنی مراد نکالنے میں سوچ وبچار سے کام لیا جائے۔ جیساکہ ہم نے لفظ "أنّی" جوکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ [22] میں واقع ہے۔ سوچ کے بعد اس کو دو معنوں (أَشْيْنَ، كَيْفَ) میں مشترک پایا، تو یہ طلب ہوا۔ پھر اس کے بعد سوچا تو اس کو اس مقام میں "حَرَث" لفظ کے قرینہ کی وجہ سے بمعنی "كَيْفَ" پایا تو خفی، مجمل اور متشابہ نکل گئے۔ کیونکہ خفی میں صرف طلب سے معنی مراد حاصل ہوتا ہے، مجمل میں طلب، تامل اور وضاحت سے معنی حاصل ہوا جبکہ متشابہ میں معنی مراد اصلاً حاصل نہیں ہوتا۔"

4. اصول فقہ میں "مشکل" کے معنی اور استعمال

اَلْمُشْكِلُ: مَاازداد خِفَاء عَلَى الْخَفِيْ ، كَمَنْ حَلَفَ بِأَنَّهُ لَايَاتدم[23].

"مشکل وہ لفظ ہے جو پوشیدگی میں خفی سے بڑھا ہوا ہو یعنی لفظ کی مراد اس درجہ مخفی ہو کہ کافی غور کے بغیر اس کی پوشیدگی دور نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص قسم کھائے کہ "وہ لاون نہیں کھائے گا۔"

لاؤن وہ چیز ہے جس سے روٹی خوش گوار بنائی جائے اور رنگین کی جائے۔ پس یہ بات سرکہ اور شیرہ میں ظاہر ہے کیونکہ وہ لاون ہے اور حدیث میں ہے:

نعم الأدم – أو الإدام – الخل[24]

"سرکہ بہترین لاون ہے۔"

اور گوشت، انڈے اور پنیر میں یہ بات مشتبہ ہے کہ وہ لاون ہیں یا سالن؟ کیونکہ روٹی ان سے بھی خوش گوار بنتی ہے مگر روٹی کو اس سے تر نہیں کیا جاسکتا۔

مثالیں

أ. قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ[25]

"اور طلاق پانے والی عورتیں تین قروٗ تک انتظار کریں۔" میں "قروٗ" کا لفظ مشترک ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے معنی "حیض" کے ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک "طہر" کے جب کہ لغت میں اس کے دونوں معنی مذکور ہیں[26]۔"

ب. سورۃ المائدۃ میں ارشاد ہے:

وَإِنْ كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا [27]

"اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب پاکی حاصل کرو۔"

اس آیت میں غسل جنابت میں مبالغہ کا حکم ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ آیت ظاہر بدن کے حق میں واضح ہے اور باطن کا دھونا ساقط ہے۔ مگر منہ اور ناک کے حق میں تردد ہو گیا، کیونکہ یہ من وجہ ظاہر ہیں اور من وجہ باطن، تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور منہ میں کوئی چیز داخل کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پس غسل جنابت میں مضمضہ اور استنشاق فرض ہیں یا نہیں؟ اس میں تردد ہو گیا۔

مشکل کا حکم اور وضاحت

لاينال المراد منه إلا بالطلب ثم التأمل في معناه

"مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد غور و خوض کے بغیر واضح نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا غور و فکر کرنا واجب ہے تا آنکہ مراد واضح ہو جائے۔"

ادام (لاون) کی حقیقت میں غور کیا تو پتہ چلا کہ گوشت، انڈے اور پنیر سے روٹی رنگین نہیں ہوتی، پس یہ چیزیں کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ مگر امام محمدؒ عرف کا اعتبار کرتے ہیں، عرف میں ادام ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے روٹی کھائی جائے۔ پس مذکورہ چیزوں کے کھانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی اور یہی مفتی بہ قول ہے[28]۔

مشکل کی اصطلاحی تعریف

جامع الفنون میں مشکل کی تعریف یوں درج ہے:

اَلْمُشكل: مَا لَا يَتَيَسَّر الْوُصُول إِلَيْهِ[29].

"مشکل سے مراد وہ چیز یا کام ہے جس تک رسائی آسان نہ ہو۔"

علامہ جرجانیؒ نے مشکل کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

اَلْمُشْكِل: هُوَ مَا لَا يَنَالُ المرَاد مِنَهُ إِلَّا بِتَأَمُّلُ بَعْدَ الطَلَب[30].

"مشکل وہ ہے جس سے معنی و مراد طلب کے بعد صرف سوچ و تامل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔"

سیرت کی لغوی تحقیق

لفظ سیرت اسم ہے اور فعل سَارَ يَسِيْرُ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ بمعنی چلنا، جانا، سفر کرنا سے نکلا ہے۔ قرآن مجید میں فعل ماضی سار کا استعمال سورۃ قصص میں اس طرح آیا ہے:

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى ٱلْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِۦٓ ءَانَسَ مِن جَانِبِ ٱلطُّورِ نَارًا [31]

"غرض جب موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو پوری کر چکے اور (بہ اجازت شعیب علیہ السلام کے) اپنی بی بی کو لے کر (مصر یا شام کو) روانہ ہوئے تو ان کو کوہِ طور کی طرف سے ایک (روشنی بہ شکل) آگ دکھائی دی۔"

فعل مضارع (یَسِیْرُوْا) کا استعمال قرآن مجید میں سورۃ الروم میں اس طرح آیا ہے:

أَوَلَمۡ يَسِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَيَنظُرُواْ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۚ كَانُوٓاْ أَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً [32]

"کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں، جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا۔ وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے۔"

سَارَ یَسِیْرُ کا مصدر عربی میں پانچ طرح آیا ہے: سَیَرا، تِسْیَاراً، مَسِیْراً، مَسِیْرَۃٌ اور سَیْرُوْرَۃٌ۔ مصدر کے سَیَرا ً کا استعمال سورۃ طور میں قیامت کے سلسلے میں اس طرح آیا ہے:

وَتَسِيرُ ٱلۡجِبَالُ سَيۡرٗا [33]

"اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔"

فعل "سَارَ" کو جب لفظ "السنَّة" کے ساتھ استعمال کریں مثلاً کہیں "سَارَ السنَّة" تو اس کے معنی ہوتے ہیں:

سَلَکَهَا وَ عَمِلَ بِهَا" وہ اس کے طریقے پر چلا اور عمل کیا۔" مثلاً عربوں کا یہ قول اَوَّلَ رَاضِیْ سنة مَنْ یُسِیْرُهَا "کسی طریقے پر راضی ہونے والا پہلا شخص وہ ہے جو اس پر عمل کرے۔"

اسی طرح عرب محاورے میں کہتے ہیں:

سَیَرَ عَنْکَ جو درحقیقت مخفف ہے سرو دع عنک الشک والمراء کا جس کے معنی ہوتے ہیں "چل! شک اور جھگڑا چھوڑ کر۔" اسی طرح کہتے ہیں استار استیاراً بسیرة فلان جس کے معنی ہیں مشی علی خطته واستن بسنة یعنی وہ اس کے نقش قدم پر چلا اور اس نے اس کا طریقہ اپنایا۔

جب فعل "سَارَ یَسِیْرُ" کے معنی ہوئے چلنا تو جو اسم یعنی لفظ سیرت اس سے نکلا اس کے معنی ہوئے چال چلن، طرزِ زندگی، کردار، طریقہ، عادت، ہیئت، حالت، سوانحِ حیات، کسی شخص کے لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت۔ چنانچہ کسی شخص کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے:

هُوَ حُسْنُ السِیْرَة" وہ اچھی عادات و کردار کا حامل ہے۔" یعنی لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک اچھا ہے۔ اسی طرح عربی کی یہ مثال چلی مَنْ طَابَتْ سَرِیْرَتة حمدت سیرتة[34] "جس کا باطن اچھا اور نیت اچھی، اس سلوک اچھا اس کی سیرت اچھی۔"

قرآن مجید میں لفظ "سیرت" بمعنی ہیئت سورۃ طٰہٰ میں سید نا موسی علیہ السلام کے قصے میں اس طرح آیا ہے کہ جب ان کا عصا معجزہ کے طور پر دوڑتا ہوا سانپ بن گیا تو سید نا موسیٰ علیہ السلام کو اسے ہاتھ میں لیتے ہوئے قدرے خوف محسوس ہوا تو ان سے ارشادِ ربانی ہوا"

قَالَ خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا ٱلۡأُولَىٰ [35]

"اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اس کو بھی اس کی پہلی سیرت (ہیئت وحالت) پر کر دیں گے۔"

اصطلاحی معنی

السير جمع سيرة وهي الطريقة سواء كانت خيرا أو شرا يقال فلان محمود السيرة وفلان مذموم السيرة(36)

"سیر کی جمع سیرت ہے اور اس سے مراد راستہ ہے چاہے وہ خیر کا ہو یا شر کا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کا راستہ محمود اور فلاں کا مذموم ہے۔"

مصدر "سیرا" اور اسم "سیرت" کے بالترتیب لغوی معنی چلنا اور چال چلن کے ہیں جب کہ اصطلاحی معنی طرز عمل، طریقہ، معاملہ، کردار، صلح و جنگ کے متعلق اسلام کا مخصوص طریقہ، غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کا بین الاقوامی قانون اور پھر سیرت بمعنی سوانحِ حیات کی طرف انتقال معنی مختلف مراحل میں ہوا ہے۔

مشکلات السیرۃ کا اصطلاحی مفہوم

مشکلات سیرت سے مراد وہ مسائل اور مشکل امور ہیں جو سیرت خواں حضرات کو مطالعہ کے وقت پیش آتے ہیں۔ وقائع سیرت میں اختلاف کی وجہ سے ان کے متعلق ذہنوں میں خاصا ابہام پایا جاتا ہے۔ مشکلات سیرت سے متعلق متقدمین میں یوسف بن المبرد الصالحی کی کتاب "**المخرجات الميسرة في حل مشكلات السيرة**" شہرت یافتہ ہے لیکن اس تک رسائی حاصل نہ ہو سکی(37)۔ اسی طرح یوسف بن حسن بن احمد، ابن لمبرد کی دو عدد مخطوط "**الميره في حل مشكلات السيره**" اور "**المسيره لحل مشكله السيره**" نہایت اہمیت کی حامل ہیں لیکن ان تینوں تک رسائی ممکن نہ ہو سکی۔

مثالیں

اُ. نبی کریم ﷺ کی نسب کے بارے میں امام بخاری نے صحیح بخاری میں عدنان تک نسب بیان کیا ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان(38)

اسی طرح تاریخ کبیر میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک شجرہ نسب ذکر کیا ہے جو اس طرح ہے:

محمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ابن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصى ابن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى وهو ابن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن المقوم بن ناحور بن تارح ابن يعرب (بن يشجب بن نابت بن اسمعيل بن ابراهيم (39)

جب کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا۟ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَٱلَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ (40)

"بھلا تم کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم اور جو ان کے بعد تھے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔"

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوسری روایت قرآن مجید کی اس آیت کے منافی ہے۔ لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نسب بیان کرتے تو عدنان سے تجاوز نہ کرتے اور فرماتے:

كَذَبَ النَسَّابُونَ إِنَّ الله يَقُوْلُ: لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ (41)

"رسول اللہ ﷺ نے معد بن عدنان تک اپنے نسب نامے کی تصویب کی اور فرمایا کہ اس سے آگے نسب بیان کرنے والوں نے غلطی کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے: قومِ نوح، قومِ عاد اور قومِ ثمود سے لے کر بعد تک کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں:

"امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ اپنا شجرۂ نسب کو سیدنا آدم علیہ السلام تک پہنچانا کیسا ہے؟ توآپ نے ناپسند کیا۔ سائل نے پھر سیدنا اسماعیل علیہ السلام تک سلسلۂ نسب پہنچانے کے متعلق دریافت کیا تواسے بھی ناپسند کیا اور فرمایا (وَمَنْ يُخْبِرُهُ بِهِ؟ (42)) کہ کس نے انہیں خبر دی ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو بارہ بیٹوں سے نوازا تھا(43) جن میں قیدار بہت مشہور تھا اور توراۃ میں کثرت سے قیدار کا ذکر ہے(44) قیدار کے بیٹوں میں سے عدنان مشہور تھا جیسے کہ عدنان کے بیٹوں میں قصی مشہور تھا۔ قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہو کر بہت پھیلی اور ان کی اولاد میں سے عدنان بھی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے آباؤاجداد میں سے ہیں۔ نسابین تمام پُشتوں کو محفوظ نہیں کرتے تھے اس لیے اکثر نسب ناموں میں عدنان سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام تک صرف آٹھ یا نو بیان کی ہے جو کہ غیر صحیح ہے کیونکہ عدنان سے اسماعیل علیہ السلام تک اگر صرف یہی پشتیں ہوں تو یہ زمانہ تین سو سال سے زیادہ نہ ہو گا اور یہ بات بالکل تاریخ کی شہادتوں کے مخالف ہے۔ جیسا کہ علامہ سہیلیؒ رقم طراز ہیں:

وَيَسْتَحِيلُ فِي الْعَادَةِ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا أَرْبَعَةُ آبَاءٍ أَوْ سَبْعَةٌ كَمَا ذَكَرَ ابْنُ إِسْحَاقَ، أَوْ عَشْرَةٌ أَوْ عِشْرُونَ فَإِنّ الْمُدّةَ أَطْوَلُ مِنْ ذَلِكَ كُلّهِ وَذَلِكَ(45)

"یہ عادۃً ناممکن ہے کہ دونوں میں چار یا سات پُشتوں کا فاصلہ ہو جیسا کہ ابن اسحاقؒ نے ذکر کیا یا دس بیس پشتیں ہوں کیونکہ مذکورہ زمانہ اس سے بہت زیادہ ہے۔"

آپ نے تاریخی حوالوں اور شہادتوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عدنان سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام تک 40 پُشتوں کا فاصلہ ہے جو کہ غلطی ہے اور اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ عرب اکثر مشہور اشخاص کے نام ذکر کرتے تھے اور بیچ کے سلسلوں کو چھوڑتے تھے۔ علاوہ ازیں اہل عرب کے ہاں چونکہ عدنان کا سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے نسب سے ہونا بالکل

یقینی تھا اسی لیے وہ اس حقیقت کے لیے کوشش کرتے تھے کہ عدنان تک سلسلۂ نسب صحیح طور سے نام بنام محفوظ ہو۔اوپر کے اشخاص کا نام لینا عرب غیر ضروری سمجھتے تھے، اس لیے چند مشہور اشخاص کا نام لے کر چھوڑ دیتے تھے(46)۔جیسا کہ علامہ طبریؒ کی ایک روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے:

"مجھ سے بعض نسابین نے بیان کیا کہ میں نے عرب میں ایسے علماء دیکھے جو معد سے لے کر سیدنا اسماعیل علیہ السلام تک 40 پشتوں کے نام لیتے تھے اور اس شہادت میں عرب کے اشعار پیش کرتے تھے۔اس کا یہ بھی بیان تھا کہ میں نے اس سلسلہ کو اہل کتاب کی تحقیقات سے ملایا تو پشتوں کی تعداد برابر تھی البتہ ناموں میں فرق تھا(47)۔"

نبی کریم ﷺ نسب مطہر کے بارے میں فرماتے تھے:

إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى قُرَيْشاً مِنْ كَنَانَة، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْش بَنِيْ هَاشِم، وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِي هَاشِم(48)

"اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے اولاد میں سے کنانہ، کنانہ سے قریش، قریش سے ہاشم اور ہاشم سے مجھے چنا۔"

امام بغویؒ نبی کریم ﷺ کی نسب عدنان تک ذکر کر کے فرماتے ہیں:

وَلَا يَصِّحُ حِفْظُ النَّسَبِ فَوْقَ عَدْنَان(49)

"عدنان سے زیادہ نسب کا یاد ہونا صحیح نہیں۔"

امام ابن قیمؒ عدنان تک نسب ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

إلى هاهنامعلوم الصحة متفق عليه بين النسابين،ولاخلاف فيه البتة،ومافوق"عدنان"مختلف فيه ولا خلاف بينهم أن"عدنان"من ولد إسماعيل(50)

"عدنان تک نسابین میں کوئی اختلاف نہیں، سب صحت پر متفق ہیں البتہ عدنان کے اوپر (آباؤاجداد) میں اختلاف ہے۔لیکن عدنان کا سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے اولاد میں سے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

ابن سعدؒ کہتے ہیں:

فالأمر عندنا على الانتهاء إلى معد بن عدنان. ثم الإمساك عما وراء ذلك إلى إسماعيل بن إبراهيم(51).

"پس ہمارے نزدیک سلسلہ نسب کی انتہاء کا معاملہ معد بن عدنان تک ہے۔پھر اس کے بعد اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلاۃ والسلام تک سکوت کرنا ہے۔"

ب. نبی اطہر ﷺ کی ولادت کی تاریخ کے بارے میں سیرت ابن ہشام میں ذکر ہے:

وُلِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ، عَامَ الْفِيلِ(52)

" رسول اللہ ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں بارہ راتیں گزرنے کے بعد پیدا ہوئے ۔"اسی طرح واقعۂ فیل کے پچاس[53] یا پچپن روز کے بعد 8 ربیع الاول / اپریل 570ء کے روایات بھی مذکور ہیں[54]۔

تو یہاں یہ اشکال پیدا ہوا کہ نبی کریم ﷺ جو انسانیت کے لیے عظیم رہبر اور کامل نمونۂ اخلاق ہیں، کا صحیح تاریخ پیدائش کیا ہے؟

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی جس پر سب مؤرخین و سیرت نگار متفق ہیں[55]۔ لیکن واقعۂ فیل کے کتنے دن بعد آپ ﷺ پیدا ہوئے اس میں چند اقوال ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْفِيلِ بِخَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً[56] اسی طرح (فَقِيلَ بَعْدَهُ بِشَهْرٍ، وَقِيلَ بِأَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَقِيلَ بِخَمْسِينَ يَوْمًا[57]) لیکن مشہور قول 50 دن کا ہے[58]۔

کس مہینے میں آپ ﷺ پیدا ہوئے اس ضمن میں چھ اقوال ہیں: (1) محرم (2) صفر (3) ربیع الاول (4) ربیع الآخر (5) رجب (6) رمضان، مگر جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ ربیع الاول میں پیدا ہوئے تھے جیسا محمد بن اسحاقؒ لکھتے ہیں:

وُلِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ، عَامَ الْفِيلِ[59]

اسی طرح علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ثُمَّ الْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ كَانَ فِي شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ[60]

"جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ ربیع الاول کے مہینے میں ہوا ہے۔"

علامہ محمد زاہد الکوثریؒ نے آپ ﷺ کی ولادت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ربیع الاول کے علاوہ کسی اور مہینہ کا قول علمائے ناقدین کے نزدیک سبقتِ قلم کے قبیل سے ہے[61]۔"

اہل سیر اور مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ بروز پیر پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے:

ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ[62]

"یہ وہ دن ہے جب میری ولادت اور جس روز مجھ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تھی۔"

نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ربیع الاول پیر کے دن کون سی تاریخ کو ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں علامہ قسطلانیؒ نے سات اقوال ذکر کیے ہیں: (1) دوسری (2) آٹھویں (3) دسویں (4) بارہویں (5) سترھویں (6) اٹھارھویں (7) بائیسویں[63]۔

علامہ کوثریؒ کہتے ہیں کہ آٹھویں تاریخ ختم ہونے کے بعد (یعنی نویں، دسویں اور بارھویں تاریخ) ان تین اقوال کے علاوہ باقی چار اقوال قابل التفات نہیں[64]۔ لہٰذا کل بحث کا محور صرف تین روایات میں سے راجح کی ترجیح ہے۔

دسویں تاریخ کی روایت کو ابن سعدؒ نے محمد باقرؒ کی طرف منسوب کیا ہے:

قال: أخبرنا محمد بن عمر بن واقد الأسلمي قال: حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة عن إسحاق بن عبد الله بن أبي فروة عن أبي جعفر محمد بن علي قال: ولد رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يوم الاثنين لعشر ليال خلون من شهر ربيع الأول. وكان قدوم أصحاب الفيل قبل ذلك للنصف من المحرم. فبين الفيل وبين مولد رسول الله(65)

اس روایت کی سند میں رواۃ متکلم فیہ ہیں(66)۔

بارہویں تاریخ کی روایت کو محمد بن اسحاقؒ نے بغیر سند کے بیان کیا ہے:

عن محمد بن إسحاق، قال:وُلِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ(67)

" رسول اللہ ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں بارہ راتیں گزرنے کے بعد پیدا ہوئے ۔"

لہٰذا یہ روایت بھی قابل اعتماد نہیں کیونکہ اس کی سند بھی غیر متصل ہے۔

نویں تاریخ کا قول عقل اور نقل کے لحاظ سے اس بات کو ترجیح حاصل ہے کہ نبی کریم ﷺ نو تاریخ کو پیدا ہوئے۔ جس کی صحت درج ذیل روایات سے ہوتی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

خَلَوْنَ مِنْهُ حَكَاهُ الْحُمَيْدِيُّ عَنِ ابْنِ حَزْمٍ.وَرَوَاهُ مَالِكٌ وَعُقَيْلٌ وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَغَيْرُهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَنَقَلَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ عَنْ أَصْحَابِ التَّارِيخِ أَنَّهُمْ صَحَّحُوهُ وَقَطَعَ بِهِ الْحَافِظُ الْكَبِيرُ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْخُوَارِزْمِيُّ وَرَجَّحَهُ الحافظ أبو الخطاب بن دِحْيَةَ فِي كِتَابِهِ التَّنْوِيرِ فِي مَوْلِدِ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ(68)

"کہ ماہ ربیع الاول میں گزر گئے تھے جسے حمیدیؒ نے ابن حزمؒ سے حکایت کی ہے اور اس کو مالک، عقیل، یونس بن یزید رحمہم اللہ عنہم وغیرہ نے زہریؒ از محمد بن جبیر بن مطعمؒ سے روایت کیا۔علامہ ابن عبدالبرؒ نے تاریخ دانوں سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ محمد بن موسی الخوارزمیؒ نے اس کو قطعی (یقینی) کہا ہے۔اسی حافظ ابوخطاب بن دحیہؒ نے اپنے کتاب" التَّنْوِيرِ فِي مَوْلِدِ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ "میں اس کو راجح کیا ہے۔
"

9تاریخ کے اصح ہونے کے بارے میں حفظ الرحمان السیوہارویؒ رقم طراز ہیں:

"عوام میں مشہور قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے جس کی پشت پر بعض کمزور روایات پر ہیں اور اکثر علماء 8 ربیع الاول کو درست تصور کرتے ہیں۔ لیکن صحیح اور مستند قول یہ ہے کہ آپ ﷺ 9 ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے اور مشاہیر علمائے تاریخ، حدیث اور جلیل المرتبت ائمۂ دین اسی تاریخ کو صحیح اور اثبت کہتے ہیں، چنانچہ حمیدی، عقیل، یونس بن یزید، ابن عبداللہ، ابن حزم، محمد بن موسیٰ

الخوارزمی، ابوالخطاب ابن دحیہ، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی اور بدر الدین عینی رحمہم اللہ عنہم اجمعین جیسے مقتدر علماء کی یہی رائے ہے (69)۔"

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بھی ولادت کا صحیح قول 9 ربیع الاول کو قرار دیا ہے (70)۔

محمود پاشا فلکی حساب کے مایۂ ناز عالم تھے انہوں نے ریاضیاتی اصولوں سے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ 9 ربیع الاول کو پیدا ہوئے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

أ. صحیح البخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لختِ جگر سیدنا ابراہیم کے بوقتِ انتقال سورج گرہن تھا اور یہ 10 ہجری تھا (71)۔

ب. اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں:

يوم مات إبراهيم يعني بن النبي صلى الله عليه وسلم وقد ذكر جمهور أهل السير أنه مات في السنة العاشرة من الهجرة فقيل في ربيع الأول وقيل في رمضان وقيل في ذي الحجة والأكثر على أنها وقعت في عاشر الشهر (72)

"جس دن ابراہیمؓ یعنی نبی ﷺ کے بیٹے وفات ہوئے۔ تو جمہور اہل سیرت ذکر کرتے ہیں کہ وہ ہجرت کے دسویں سال فوت ہوئے۔ تو بعض نے ربیع الاول، بعض نے رمضان اور بعض نے ذی الحج میں کہا ہے۔ لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ دسویں ماہ (شوال) میں واقع ہوئی۔"

ت. ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ 10ھ/7 جنوری 632ء بوقت 8:30 پر سورج گرہن ہوا تھا۔

ث. اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری 63 سال پیچھے چلے جائیں تو نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا سال 571ء جس میں قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ 12 اپریل 571ء کے مطابق تھی۔

ج. اختلاف کے باوجود تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ ماہِ ربیع الاول اور پیر کا دن تھا جس کی تاریخ 8 سے لے کر 12 تک میں منحصر ہے۔

ح. پیر کا دن یوم پیدائش ہونا متفق علیہ ہے اور وہ عام الفیل کے ربیع میں 9 تاریخ ہی کو آتا ہے (73)۔

سرزمین عرب کا ماہر فلکیات عالم عبداللہ بن محمد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں:

وقد ثبت بما لا يحتمل الشک من النقل الصحيح أن ولادته صلى الله عليه وسلم– كانت في ٢٠/ نيسان ابريل سنة ٥٧١ عام الفيل . . . فبالإمكان معرفة يوم ولادته ويوم وفاته بالدقة . . . وعلى هذا فتكون ولادته صلى الله عليه وسلم– يوم الإثنين، الموافق ٩ ربيع الأول سنة ٥٣ قبل الهجرة ويوافق ٢٠ / نيسان ابريل سنة ٥٧١ء نقلا وحساباً (74)

"غیر مشکوک اور صحیح روایات سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی ولادت 20 اپریل (بیساکھ) سن 571ء عام الفیل ہے۔ پس ممکنہ طور پر نظر بلیغ سے یوم ولادت اور یوم وفات کی پہچان ہو گئی۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کی ولادت روایت اور حساب سے بروز پیر 9 ربیع الاول 53 ق ھ/20 اپریل 571ء ہے۔"

خلاصۂ بحث

مشکل القرآن اور مشکل الحدیث کی طرح مشکلاتِ سیرت بھی ایک مستقل موضوع ہے جس کی طرف عصر حاضر میں توجہ مبذول کرانا وقت کی اشد ضرورت ہے۔ اگر اس موضوع کو زیر بحث لا کر ان روایات میں راجح مرجوح معلوم ہو جائے تو پھر کسی کو بھی نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے بارے میں کوئی ابہام یا شش وپنج باقی نہیں رہ جائے گی۔ جس طرح ولادت باسعادت کے بارے میں تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ ہر خاص وعام اور چھوٹے وبڑے میں نبی کریم ﷺ کی ولادت کے بارے میں جو 12 ربیع الاول کے قول نے شہرت حاصل کی، درایتاً وعقلاً صحیح نہیں۔ بلکہ اصح اور ثابت قول 9 ربیع الاول والا ہے۔ امید ہے کہ اسی موضوع کے حل سے مستقبل میں بھرپور فائدہ حاصل ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات

1. الانباری، ابو بکر محمد بن القاسم بن محمد، الزاہر فی معانی کلمات الناس 2: 151، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، 1412ھ/ 1992ء
2. الہروی، ابو منصور محمد بن احمد، تہذیب اللغۃ 10: 25، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 2001ء
3. القزوینی، ابوالحسین احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ: 511، دار الفکر، 1399ھ/ 1979ء
4. سورۃ النساء 4: 123
5. امام مسلم، ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ (75) باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض، أو حزن، أو نحو ذلک حتی الشوکۃ یشاکھا (14) حدیث (2574) دار أحیاء التراث العربی، بیروت (س۔ن)
6. سورۃ مریم 19: 28
7. صحیح مسلم، کتاب الآداب (38) باب النہي عن التکنی بأبی القاسم وبیان ما یستحب من الأسماء (1) حدیث 9-(2135)
8. حنیف، ابوسلمان ڈاکٹر سراج السلام، علوم القرآن 1: 79- 80، دار القرآن والسنۃ، شہباز گڑھی، مردان، 1436ھ/ 2015ء
9. امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ (12)، باب خرص الثمر (55) حدیث نمبر (1482) دار طوق النجاۃ، 1422ھ
10. الأصبہانی، ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک، مشکل الحدیث وبیانہ: ۲۸۲، عالم الکتب، بیروت، 1985ء
11. صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب (45) باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا (6) حدیث 20-(2557)
12. سورۃ الأعراف 7: 34
13. سورۃ المنافقون 63: 11

14 امام احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ (5) مسند عبد اللہ بن مسعود رضي اللہ تعالیٰ عنہ (1) حدیث (3700) مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1421ھ/ 2001ء

15 مسند الامام احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ (5) مسند عبد اللہ بن مسعود رضي اللہ تعالیٰ عنہ (1) حدیث (3700)

16 مشکلات الحدیث وبیانہ: 304- 307

17 دستور العلماء (جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون) 3: 187

18 سورۃ البقرۃ 2: 223

19 سورۃ القدر 97: 3

20 التھانوی، محمد علی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم 2: 905، مکتبہ لبنان، بیروت، 1996ء

21 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم 2: 905

22 سورۃ البقرۃ 2: 223

23 پالن پوری، مولانا سعید احمد، معین الاصول: 33، مکتبۃ البشریٰ، گلستانِ جوہر، کراچی، 1432ھ/ 2011ء

24 صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ (16) باب فضیلۃ الخل والتأدم بہ (30) حدیث 164-(2051)

25 سورۃ البقرۃ 2: 228

26 الشاشی، نظام الدین ابو علی احمد بن محمد، اُصول الشاشی، الفصل السابع، بحث الخفي والمشکل والمجمل والمتشابہ، دار الکتب العربی، بیروت (س۔ن)

27 سورۃ المائدۃ 5: 6

28 ابن عابدین الشامی، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الأیمان (15) باب الیمین في الأکل والشرب واللبس والکلام (2) فصل: فروع حلف لا یأکل لحما والآخر بصلا والآخر 3: 779، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1412ھ/ 1992ء

29 النکری، قاضی عبد النبی بن عبد الرسول، دستور العلماء (جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون) 3: 187، دار الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت، 1421ھ/ 2002ء

30 الجرجانی، علی بن محمد بن علی الزین، کتاب التعریفات 1: 216، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1403ھ/ 1983ء

31 سورۃ القصص 28: 29

32 سورۃ الروم 30: 9

33 سورۃ الطور 52: 9

34 السیوطی، عبد الرحمان بن ابی بکر جلال الدین، ھمع الھوامع في شرح جمع الجوامع 1: 583، مکتبہ توفیقیہ، مصر (س۔ن)

35 سورۃ طٰہٰ 20: 21

36 کتاب التعریفات 1: 163

37 الکتانی، عبد الحي بن عبد الکبیر، فہرس الفھارس والأثبات ومعجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات 2: 1142، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1982ء

38 صحیح البخاری، کتاب المناقب (42) باب مبعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم (86)5: 44

39 امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر 1: 5، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدر آباد، دکن (س۔ن)

40 سورۃ ابراہیم 14: 9

41 ابن سعد البصری، ابوعبداللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری 1: 56، مکتبہ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، 1408ھ

یہ روایت باطل اور جھوٹی ہے، اس کی سند اس طرح ہے: ہشام از محمد بن سائب کلبی از ابو صالح از سیدنا ابن عباس۔

- ہشام بن محمد بن صالح کے بارے میں امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عساکر فرماتے ہیں کہ رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ (الذہبی، ابوعبداللہ شمس الدین عثمان بن قائماز، میزان الاعتدال فی نقد الرجال 4: 304، ترجمہ (9237) دار المعرفہ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، 1382ھ/ 1963ء)
- محمد بن السائب کلبی کے بارے میں امام بخاریؒ نے امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابن مہدیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ متروک تھا اور سفیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ مجھے کلبی نے کہا کہ میں نے ابو صالح کے نام سے جتنی تفسیر تجھے سنائی ہے وہ سراپا جھوٹی ہے۔ (میزان الاعتدال 3: 557، ترجمہ (7574)

42 السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ذِكْرُ سَرْدِ النّسَبِ الزّكِيّ مِنْ مُحَمّدصلی الله عَلَيْهِ وَآله وَسلم-إلَى آدَمَ عَلَيْهِ السّلَامُ 1: 42، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1421ھ/2000ء

43 ابن ہشام، ابو محمد جمال الدین عبدالملک بن ہشام، السيرة النبوية لابن هشام، وِلَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضَاعَتُهُ(رَأَى ابْنُ إسْحَاقَ مَوْلِدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)1: 6، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی وأولادہ بمصر، 1375ھ/ 1995ء

44 توراۃ، کتاب یسعیاہ 16: 1---زبور 5: 120

45 الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ذِكْرُ سَرْدِ النّسَبِ الزّكِيّ مِنْ مُحَمّد – صلى الله عَلَيْهِ وَآله وَسلم – إلَى آدَمَ عَلَيْهِ السّلَامُ 1: 35

46 نعمانی، علامہ شبلی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ 1: 121-122، ادارۂ اسلامیات، پبلشرز، آنار کلی، لاہور، جمادی الثانی 1423ھ/ ستمبر 2002ء

47 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الطبری 3: 1118، مطبوعہ یورپ (س۔ن)

48 صحیح مسلم، کتاب الفضائل (43) باب فضل نسب النبي صلى الله عليه وسلم، وتسليم الحجر عليه قبل النبوة (1) حدیث 1-(2276)

49 البغوی، ابو محمد مسعود بن محمد بن الفراء، شرح السنۃ کتاب الفضائل (34) باب فضائل سيد الأولين والآخرين محمد صلوات الله وسلامه عليه وعلى آله أجمعين وشمائل (1)13: 193، المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت، 1403ھ/ 1983ء

50 ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن سعد شمس الدین، زاد المعاد في هدي خير العباد، فصل في ذكر ما اختار الله من مخلوقاته (1) فصل في نسبه صلى الله عليه وسلم (3)1: 70، مکتبۃ المنار الاسلامیہ، کویت، 1415ھ/1994ء

51 الطبقات الکبری،ذكر نسب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – وتسمية من ولده إلى آدم- صلى الله عليه وسلم 1: 48

52 السيرة النبوية لابن هشام،وِلَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضَاعَتُهُ(رَأْى ابْنُ إسْحَاقَ مَوْلِدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)1: 158

53 زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی،شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية1: 130، دار الکتب العلمیہ،1417ھ/ 1996ء

54 نفس مصدر

55 السيرة النبوية لابن هشام،وِلَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضَاعَتُهُ(رَأْى ابْنُ إسْحَاقَ مَوْلِدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)1: 158---الجوزی، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن علی، صفۃ الصفوۃ، باب ذکر نبینا محمد ﷺ وذکر نسبہ 1: 22، دارالحدیث، قاہرہ، مصر،1421ھ/ 2000ء---الروض الانف ،ولادة رَسُول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ورضاعته2: 93---ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر،البدایۃ والنہایۃ،ذکر اخبار العرب، کتاب سیرۃ رسول اللہ ﷺ،بَابُ مَوْلِدِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ 2: 321،داراحیاء التراث العربی، 1408ھ/ 1988ء

56 ابن کثیر،ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر،السیرۃ النبویۃ، باب مولد رسول اللہ ﷺ1: 203، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان،1395ھ/ 1976ء---البدایۃ والنہایۃ، کتاب سیرۃ رسول اللہ ﷺ، باب مولد رسول اللہ ﷺ، فصل تاریخ ومکان ولادتہ ﷺ3: 380

57 البدایۃ والنہایۃ،ذکر اخبار العرب، کتاب سیرۃ رسول اللہ ﷺ،بَابُ مَوْلِدِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ2: 321

58 نفس مصدر

59 السيرة النبوية لابن هشام،وِلَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضَاعَتُهُ(رَأْى ابْنُ إسْحَاقَ مَوْلِدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)1: 158

اخْتلف فِي مولده صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذكر أَنه كَانَ فِي ربيع الأول، وَهُوَ الْمَعْرُوف. وَقَالَ الزبير: كَانَ مولده فِي رَمَضَان. وَهَذَا القَوْل مُوَافق لقَوْل من قَالَ: إِن أمه حملت بِهِ فِي أَيَّام التَّشْرِيق.ويذكرون أَن الْفِيل جَاءَ مَكَّة فِي الْمحرم، وَأَنه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولد بعد مَجِيء الْفِيل بِخَمْسِينَ يَوْمًا. وَكَانَت وِلَادَته صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشعبِ، وَقيل بِالدَّار الَّتِي عِنْد الصَّفَا، وَكَانَت بعد لمحَمد بن يُوسُف أخي الْحجَّاج.(نفس مصدر)

60 البدایۃ والنہایۃ،ذکر اخبار العرب، کتاب سیرۃ رسول اللہ ﷺ،بَابُ مَوْلِدِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ2: 321

61 الکوثری، شیخ محمد زاہد، مقالات الکوثری، المولد الشریف النبوی:362، المکتبۃ التوقیفیہ، قاہرہ، مصر(س۔ن)

62 صحیح مسلم ،کتاب الصیام (13)باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر وصوم یوم عرفة وعاشوراء والاثنین والخمیس (36)حدیث197-(1162)

63 المواہب اللدنیۃ1: 140- 142

64 مقالات الکوثری،المولد الشریف النبوی:363

65 الطبقات الکبری،ذکر من ولد رسول الله – صلى الله علیه وسلم – من الأنبیاءذکر مولد رسول اللهﷺ 1: 80

66 محمد بن عمر بن واقد (المعروف امام واقدی) کے بارے ابو حاتم الرازیؒ فرماتے کہ "حدیث وضع کرتے تھے۔"ابن الجوزیؒ فرماتے تھے کہ "گویا کہ آپ غیر جید ہیں۔" دارقطنیؒ فرماتے کہ "اس میں ہے اوراس کے احادیث آپس میں مختلف فیہ ہیں۔" اور ابو احمد الجرجانی کہتے تھے کہ "اس کے آحادیث غیر محفوظ اوراس میں آفت ہیں۔"(الحکجری،ابو عبد اللہ علاء الدین مغلطای بن قلیج،إکمال تهذیب الکمال في أسماء الرجال10: 290،ترجمہ(4227)الفاروق الحدیثہ للطباعۃ والنشر،1422ھ/ 2001ء)

67 امام حاکم ،ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ النیسابوری،المستدرک علی الصحیحین،کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین (17)ذکر أخبار سید المرسلین وخاتم النبیین.....(26)حدیث (4182) ،دارالکتب العلمیہ،بیروت، 1411ھ/ 1190ء

68 البدایۃ والنہایۃ،ذکراخبارالعرب،کتاب سیرۃ رسول اللہﷺ،بَابُ مَوْلِدِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ2: 321

69 السیوہاروی، مولانا محمد حفظ الرحمان،علوم القرآن4: 253،دارالاشاعت اردو بازار، کراچی،2002ء

70 سیرت النبیﷺ1: 126

71 اس حدیث کے الفاظ یہ ہے:عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ ، وَلاَ لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ. (صحیح البخاری،کتاب الکسوف(18)باب الصلاۃ فی کسوف الشمس(1)حدیث(1043)

72 عسقلانی،ابوالفضل احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری،باب الصدقة في الکسوف،حدیث(1043)دارالمعرفۃ ،بیروت،1379ء

73 الفلکی، محمود پاشا، نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام:4- 6، بالطبعۃ الکبری الامیریہ،1305ھ

74 عبد اللہ بن ابراہیم بن محمد، تقویم الازمان لارشاد ذوی الألباب لمعرفۃ مبادی السنین والشہور من طریق الحساب:143،المطابع الاہلیۃ للاوفست،ریاض، سعودی عرب،1404ھ/ 1984ء